امتیاز علی تاج

- پیدائش : ۱۳ - اکتوبر ۱۹۰۰ء، لاہور
- وفات : ۱۹ - اپریل ۱۹۷۰ء، لاہور
- تصانیف : انار کلی، چچا چھکّن، ہیبت ناک افسانے

بیگم کی بلّی
(تمثیلچہ)

حاصلاتِ تعلّم

یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱) درسی تحریر (نثر) کو اوصافِ بلند خوانی (صحتِ تلفظ، لب و لہجہ، رموز و اوقاف، اعتماد، زیر و بم) کے لحاظ سے پڑھ سکیں۔ (۲) کھیلوں اور معاشرتی مسائل پر اخبار کے مدیر/متعلقہ محکمے کو رپورٹ لکھ کر بھیج سکیں۔ (۳) غلط فقرات کی قواعد کے لحاظ سے درستی کر سکیں۔ (۴) کسی ادبی فن پارے کا مرکزی خیال بیان کر سکیں، تشریح کر سکیں اور اہم نکات کا خلاصہ کر سکیں۔

امیدوار: میاں یہ ہے وہ بلّی۔

میاں: (غصّے کی دبی ہوئی آواز میں) چُپ، احمق کہیں کا، اتنے زور سے بولتا ہے۔

امیدوار: زور سے بولا تھا میں ؟

میاں: پھر وہی۔ ارے نامعقول، آہستہ بول آہستہ !

امیدوار: (آہستہ سے) بات کیا ہے ؟

میاں: تجھے بات سے کیا مطلب ؟ جو کچھ کہا ہے کر دے۔

امیدوار: بلّی تو کالی سیاہ ہو رہی ہے۔ تھی کہاں یہ ؟

میاں: کوئلوں کی کوٹھری میں۔
نہیں مانے گا۔ آہستہ، آہستہ بول۔ کل رات ہم اسے بہت دور چھوڑ آئے تھے۔ لیکن واپس چلی آئی کم بخت۔ اس کے واپس آنے کے بعد ہم چاہتے تھے، اسے بیگم صاحبہ سے چھپا کر رکھنا۔ اس لیے کوئلوں کی کوٹھری میں بند کر دی تھی۔

امیدوار: تو بیگم صاحبہ کی بلّی ہے یہ ؟

میاں: بڑی چہیتی۔

امیدوار: بلّی کو تو میاں ! کتنی ہی دور لے جاکر چھوڑو گھر واپس آجاتی ہے۔

میاں: مگر اب کے تو نہ آئے گی۔ تو سمجھ گیا ہے نا، اپنا کام !

امیدوار: ہاں ہاں میاں ! سمجھتا کیوں نہ ؟

میاں: مگر دیکھو زیادہ دکھ نہ پہنچائیو اسے۔ بڑی نرمی سے کام تمام کیجیو۔

امیدوار: اور اگر ۔۔۔۔۔

میاں: اگر مگر کچھ نہیں۔ پسیج نہ جائیو کہیں۔ہم چاہتے ہیں اب کے یہ قصہ ہی تمام ہو جائے۔

امیدوار: اور میاں کسی نے دیکھ لیا تو ؟

میاں: دیکھ لیا کے بچے۔ تو اس وقت سن لیا کی فکر رکھ۔ کسی نے دیکھ لیا تو کون سا تجھے سولی پر لٹکا دے گا۔ ایسا ہی خوف ہے تو چل رات کو سہی۔

امیدوار: اور میاں اس کام کا انعام ۔

میاں: ۔۔۔۔۔ اٹھنّی ۔۔۔۔ یہ ۔۔۔۔

امیدوار: اٹھنّی ۔۔۔۔ اٹھنّی کے لیے یہ خون۔ نا میاں ! مجھے نہیں منظور۔

میاں: اور کیا اپنا سر لے گا۔ ایسی عام بلّی کے لیے اٹھنّی تھوڑی رقم ہے۔

امیدوار: یہ بڑی عام سی بلّی سہی۔ میرے سینے میں تو دل ہے۔ قیامت کے دن اللہ میاں کو منھ کیا دکھاؤں گا۔

میاں: تو پھر بول بھی چُک، لے گا کیا ؟

امیدوار: میاں ایک تو میں ہوں انسان نرم دل۔ دوسرے قتل خون میرا پیشہ نہیں۔ میں تو آپ جانیے باورچی گیری کی امید میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ سنا تھا آپ کو باورچی کی ضرورت ہے۔ اس معاملے میں آپ نے دے دیا ٹکا سا جواب۔ اس لیے اب اس خدمت کے لیے تو۔۔۔

میاں: یہ بول کہ لے گا کیا؟

امیدوار: پانچ کا نوٹ دلوا دیجیے۔

میاں: پانچ کا نوٹ، سر پھر گیا ہے ؟

امیدوار: تو آپ کی مرضی۔ نہ سہی!

میاں: تو بہت سے بہت ایک روپیا لے لے۔

امیدوار: نامیاں ! بیگم صاحبہ کی بلّی ہے۔ میں تو پانچ روپے سے کوڑی کم نہیں لینے کا۔

میاں: ارے مگر ---۔ پانچ روپے ---۔

بیگم: (دور سے) اجی ! کہاں گئے ؟

میاں: (گھبرا کر) بیگم صاحبہ آگئیں۔ لے تو یہ پانچ ہی کا نوٹ لے لے اور بھاگ جا۔ بلّی کو کپڑے کے نیچے چھپا لے۔کسی کو اس کی جھلک بھی نظر نہ آنے پائے اور دیکھ نشان تک نہ ملے بلّی کا۔ ادھر سے جا پچھلے راستے سے ہمارے غسل خانے میں سے نکل جا۔

امیدوار: پر میاں ! ----۔ اگر زہر سے کام کروں تو ----۔

بیگم: (دور سے) کہاں ہو ؟

میاں: (بیگم سے) یہ رہا (امیدوار سے) اب جا بھی چک کہیں۔

امیدوار: بس میں گیا۔ وہ میں نے کہا تو میاں میرے لیے کہیں نوکری کی سفارش ---۔ ؟

میاں: پانچ روپے لے کر بھی نوکری کی سفارش۔ بھاگ یہاں سے۔
(امیدوار جاتاہے۔ میاں کھنکھارتا ہے۔ بیوی آتی ہے۔)

بیگم: (آتے ہوئے) یہاں ہو ؟ چھپ کر بیٹھے ہو۔ ذرا خیال نہیں میرے صدمے کا۔

میاں: بس آ ہی رہا تھا۔ تمھاری طرف۔

بیگم: (آہ بھر کر) کیا کروں۔ میرا تو دل بیٹھا جاتا ہے۔

میاں: دل -----۔

بیگم: جس پرچ میں وہ دودھ پیا کرتی تھی، برآمدے میں اوندھی پڑی ہے۔ دیکھتی ہوں تو ہوکیں اٹھتی ہیں دل میں۔

میاں: واہ ! یہ بھی کوئی بات ہے صدمے کی ؟

بیگم: جس ٹوکری کے اندر گدیلے پر آرام کیا کرتی تھی آج ویران پڑی ہے۔

میاں: تو معمولی بات ہے اس ٹوکری میں تم ۔۔۔۔ میں ۔۔۔۔۔ مثلاً آلو رکھنے شروع کردو۔

بیگم: دل دُکھانے کی بات نہ کرو۔ مجھے اب تک امید ہے کہ وہ واپس آجائے گی۔

میاں: امید ! جی تو نہیں چاہتا کہ تمھیں مایوس کروں۔ لیکن کیا کِیا جاسکتا ہے۔ (آہ بھر کر) اس کی واپسی کی امید خیالِ خام ہے۔

بیگم: کیا مطلب ؟

میاں: ابھی ابھی بازار کا ایک آدمی میرے پاس ہو کر گیا ہے۔اس نے ایک اطلاع دی ہے۔ تم اپنے آپ کو ایک افسوس ناک خبر سننے کے لیے تیار کرلو۔

بیگم: افسوس ناک خبر ! میرا تو دل دھک دھک کرنے لگا۔ کیا خبر ہے وہ ؟

میاں: (رِقّت سے) ہماری غریب مسکین بلّی ایک قصاب کی دکان کے سامنے کھڑی چھیچھڑوں کے خواب دیکھ رہی تھی، کہ بے رحم قصاب نے اُسے عدم کا راستہ دِکھا دیا۔

بیگم: ہے ہے ! ۔۔۔۔۔۔۔

میاں: (رِقّت سے) ایک موٹر اس کا کام تمام کرتی ہوئی اس پر سے گزرگئی۔

بیگم: میرے اللہ ! ۔۔۔۔۔۔

میاں: (آہ بھر کر) اطمینان کے لیے بس اتنی سی بات ہے کہ جس موٹر نے بلّی کو کچلا وہ رولس رائس کار تھی۔

بیگم: (سسکیاں لیتے ہوئے) اورلاش کیا ہوئی دُکھیا کی ؟

میاں: لاش کہاں رہی، بیگم ! اس کا قیمہ بن گیا۔ جو شخص خبر دینے آیا تھا اس بے چارے نے خبر پہنچانے سے پہلے اس قیمے کو سمیٹ کر اپنی دکان کے پچھواڑے دفن کردیا۔

بیگم: (زور زور سے سسکیاں بھرنے لگتی ہے۔)

میاں: جو بے چارہ شخص خبر دینے آیا تھا، وہ غریب جب واقعہ بیان کررہا تھا تو اُس کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں۔

بیگم: (اور زور سے رونے لگتی ہے)

میاں: ہائیں ہائیں، بیگم ! حوصلہ کرو۔ اس کی قضا آئی تھی مرگئی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی۔ مشیّتِ ایزدی میں کس کو دم مارنے کی مجال ہے۔ ہائیں ہائیں۔ کسی نوکر نے روتے دیکھ لیا، تو کیا جی میں کہے گا۔ نہ جانے دل میں کیا سمجھ بیٹھے۔ لو پونچھ ڈالو آنسو۔ کل تم کہہ رہی تھیں کہ آج صبح خرید و فروخت کے لیے بازار جانا ہے۔ مجھے اِس وقت بیٹھ کر مضمون لکھنا ہے، کار خالی ہے۔ جاؤ بازار ہو آؤ۔

بیگم: (سسکیاں لیتے ہوئے) میں کیوں کر بازار جاؤں جب جب جب۔ جب میری بلّی کا۔ کا۔ کا۔ تو قیمہ۔۔۔

میاں: ارے تو اَب کیوں اسے یاد کیے چلی جارہی ہو ؟ ایک بات تھی، ہو گئی۔ اب بھول جاؤ بات کو۔ بھلا دیکھیں تو مسکراتی کیوں کر ہو۔ دیکھو یہ مُنھ چھپانا ٹھیک بات نہیں۔اچھا اگر بازار میں خریداری کے لیے کچھ رقم بھی تمھاری نذر کردیں تو۔ اے !یہ لو نوٹ، ارے دیکھو ! یہ تو دس روپے کا ہے۔ دس روپے کا۔ بولو تو بھلا اِن دس روپوں کا لاؤ گی کیا ؟ بھئی، یہ بات ٹھیک نہیں۔ تم تو بولتی نہیں۔ اچھا، ہم بتائیں ! ان روپوں میں سے جناب ! ایک تو آپ لے آئیے سینٹ اور جنابِ من ۔۔۔۔۔۔

بیگم: تو پھو ۔۔۔۔۔۔۔ پھو ۔۔۔۔۔۔۔ پھو ۔۔۔۔۔۔۔

میاں: پُھکنی لاؤ گی ؟ اچھی بات، شوق سے لے آؤ۔

بیگم: (روتے میں ہنس پڑتی ہے) بڑے اچھے لگتے ہیں۔

میاں: ہنس پڑیں نا۔ یہ بات !

بیگم: بات ہی ایسی الٹی کرتے ہو۔ میں کہہ رہی تھی پھول لاؤں گی۔

میاں: پھول کیسے ؟

بیگم: بلّی کی قبر پر چڑھانے کو۔

میاں: پھر وہی بلّی۔ارے بھئی تھی۔ مرگئی۔ بھول جاؤ اب اس کو۔

(دیور داخل ہوتا ہے)

دیور: آداب عرض ہے بھائی جان۔ مزاج شریف ! کیوں بھابی ارے کیا ہُوا اُنھیں ؟

بیگم: بھئی میری بے چاری ۔۔۔۔۔۔

میاں: تم جانے دو میں سنا دوں گا سارا قصہ۔ تمھاری بھابی اصل میں ایک واقعے سے بڑی مُضطرِب ہوگئی ہیں۔

دیور: کیا واقعہ ہوگیا ؟

میاں: ابھی بتاتا ہوں۔ تو بیگم تم جاؤ بازار ہو آؤ۔ گھوم پھر کر آؤ گی تو طبیعت آپ سے آپ بحال ہوجائے گی۔ لو آؤ دروازے تک چھوڑ آؤں۔

(دروازہ بند کرتا ہے)

دیور: قصّہ کیا ہے ؟

میاں: اماں کچھ نہ پوچھو۔ اس کم بخت بلّی نے مصیبت ڈال رکھی ہے۔

دیور: بھابی کی بلّی۔

میاں: ہاں!

دیور: تو کیا ہُوا اُسے ؟

میاں: امید ہے اب تک وفات پاچکی ہوگی۔

دیور: وفات۔ اور یہ "امید ہے" کے کیا معنی۔

میاں: اندازہ ہے میرا۔

دیور: بے چاری بلّی۔

میاں: اب جناب اپنی ہم دردی اس بلّی پر صرف نہ کیجیے۔ مجھ سے ہم دردی کیجیے۔ اس گھر میں آئے ایک مہینے کا عرصہ ہوا تھا۔ قسم لے لو جو اس سارے مہینے میں مجھے راحت کا ایک پل نصیب ہو۔

دیور: کیا باتیں کرتے ہیں، بھائی جان !

میاں: باتیں ! اماں اس کم بخت نے میرا جینا دو بھر کردیا تھا۔

دیور: وہ کیوں کر ؟

میاں: سب سے پہلے تو میری بیوی کو چھین کر اپنا بنالیا۔ یعنی بہ خدا جب سے وہ سبز قدم گھر میں آئی تھی تمھاری بھابی کے لیے میں تو جیسے کوئی شے ہی نہیں رہا تھا۔

دیور: رہنے بھی دیجیے، بھائی جان !

میاں: تم سمجھتے ہو میں مبالغہ کررہا ہوں۔ دیکھتے تو پتا چلتا۔ کہیں بلّی کو دودھ پلایا جارہا ہے، کہیں گوشت

کے تکّے کھلائے جارہے ہیں۔ اس وقت کیا ہوا ہے بلی کو گیند سے کھیلتا دیکھ رہی ہیں۔

دیور: ہوجاتا ہوگا دن میں ایک آدھ گھنٹا یہ شغل۔

میاں: ارے ! مگر شغل کے لیے کوئی بھلی مانس خاندانی بلّی ہو۔ وہ تو ایک چھٹی ہوئی بلّی تھی۔ پچھلے مہینے کم بخت نے ایک چوہا پکڑ کر میرے تازہ ترین افسانے کے اوراق پر اس کا ناشتا کیا۔

دیور: تو آپ جان ور سے بھی عقل کی توقع رکھتے ہیں ؟

میاں: ارے بھئی، عقل نہ ہو، تمیز تو ہو ! کیچڑ میں سے گھوم کر آتی اور نہایت بے تکلفی سے میرے اُجلے بستر پر چڑھ جاتی۔ ہم سائے نے مرغی کے بچے نکلوا رکھے تھے۔ ان کے دو چوزوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ ان سے پیٹ کا جہنم ڈرائنگ روم میں بھرا۔چناں چہ قالین پر خون آلودہ پروں کا ایک اور فرش بچھا ڈالا۔

دیور: تو پھر اب وہ ہے کہاں ؟

میاں: جہاں تک میری ناقص فہم تخمینہ لگا سکتی ہے، وہ مسماۃ اس وقت دوسری دنیا کی سیاحت کے لیے رختِ سفر باندھ رہی ہے۔

دیور: وہ کیسے ؟

میاں: بات یوں ہوئی کہ کل ہم نے دل میں طے کرلیا تھا کہ بھئی بہت عرصے صبر سے کام لیا۔ اب ہر چہ بادا باد۔ بلّی اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔ چناں چہ جنابِ مَن ! کل رات ہم نے اس بلا کو چپکے سے اٹھایا اور موٹر میں بٹھا دریا کا راستہ پکڑا۔

دیور: اور بھابی جان کو پتا نہ لگا ؟

میاں: یہ کارروائی اس وقت عمل میں لائی گئی تھی جب وہ سو گئی تھیں۔

دیور: پھر کیا ہوا ؟

میاں: اسے دریا پر چھوڑ کر میں گھر آگیا۔

دیور: چناں چہ اب آپ کا خیال ہے کہ وہیں دریا کے کنارے بلّی غالباً مر کھپ چکی ہوگی۔

میاں: کہاں مر کھپ ـــ وہ کم بخت تو پھر نازل ہوگئی۔

دیور: سچ !

میاں: اور کیا جھوٹ بول رہا ہوں۔ صبح صبح اندھیرے منھ میاؤں میاؤں کی کریہہ آواز سن کر آنکھ کھل گئی۔ اٹھ کر دیکھتا ہوں تو دھری ہوئی ہیں۔ اب گھر کے دروازے تو بند تھے۔ غالباً کسی موری کے راستے گھس آئی تھی۔

دیور: پھر ؟

میاں: پھر کیا، خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ صبح صبح سمجھ میں بھی تو نہ آتا تھا کہ کیا کروں۔ اور کچھ تو سوجھا نہیں۔ میں نے بلّی کے منہ پر رومال باندھ اسے کوئلوں کی کوٹھری میں بند کردیا۔ سوچا منھ پر رومال بندھا ہونے سے اس کی آواز سنائی نہ دے گی۔ دن میں آرام سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں گے کہ اس سے دائمی نجات کیوں کر پائی جائے ۔

دیور: تو بلّی اب تک کوئلوں کی کوٹھری میں بند ہے ؟

میاں: جی بند ہی تو ہے۔ یہاں صبح سے سوائے اس فکر کے دوسرا کوئی فکر نہ تھا کہ جب بیگم صاحبہ کو صدمہ بھی پہنچا لیا تو اب ٹھکانے لگاؤں اس بلّی کو۔ اتفاق کی بات تھوڑی دیر ہوئی ، ایک ملازمت کا امیدوار آگیا میرے پاس۔ شکل و صورت سے سمجھ دار اور چلتا ہوا آدمی نظر آتا تھا۔ اس سے باتیں کرتے کرتے اچانک خیال آیا کہ بلّی کا کام اس کے ہاتھوں تمام کرانا چاہیے۔ چناں چہ جناب ! ابھی تھوڑی دیر ہوئی وہ بلّی کو لے کر گیا ہے، اور بیگم کو میں نے یہ کہہ کے ٹالا ہے، کہ بلّی موٹر تلے آکر مرگئی۔

دیور: بھائی جان ! سچ تو یہ ہے کہ آپ نے کسی قدر زیادتی کی ہے۔

میاں: بلّی سے زیادتی ؟ اور مجھ سے کیا ہوسکتا تھا بھلا ! اس ایک بلّی کی بہ دولت میرا گھر غلیظ تھا۔ میرا اطمینانِ قلب غارت تھا۔ میرے تعلقات ہم سایوں اور کئی دوسرے لوگوں سے تو کیا ، خود اپنی بیوی تک سے کشیدہ ہوگئے تھے۔ اور پھر کئی روپے بھی تو اٹھ گئے میرے۔ پانچ روپے ۔۔۔

دیور: اس شخص کو دیے جو بلّی کو ٹھکانے لگانے لے گیا ہے ؟

میاں: اور کیا ! کم بخت اس سے کم پر کسی طرح مانتا ہی نہ تھا۔ اور پھر یہی پانچ تھوڑا اٹھے۔ تمھاری بھابی کا غم بہلانے کے لیے دس روپے خود ان کی نذر بھی تو کرنے پڑگئے۔ کُل پندرہ اٹھ گئے۔ پر مجھے نہیں افسوس روپے کا۔ پندرہ روپے میں امن اور سکون کی زندگی سستی ہے میں پندرہ روپے میں اس سے اچھا سودا اور کوئی نہ کر سکتا تھا۔

(میاؤں میاؤں کی آواز۔ بیگم بھاگی بھاگی اور خوشی کے جوش سے بےتاب آتی ہے)

بیگم: میں نے کہا، کہاں گئے ! سنو تو ۔ میں کار میں سوار ہوکر بنگلے سے نکل رہی تھی کہ دروازے پر

ایک بھلا مانس مِلا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کار کو روک لیا۔ ڈرائیور سے پوچھا: "کار میں بیگم صاحبہ ہیں؟" اس نے کہا ہاں! تو جھٹ کپڑے تلے سے ایک چیز نکال میرے لیے پیش کی۔ پوچھو بھلا کیا؟ بلّی اور بلّی بھی کیسی ہو بہ ہو میری مرحوم بلّی کی تصویر۔

بیگم: بس کسی کوئلے والے کے ہاں رہ کر کالی ضرور ہوگئی ہے۔ مگر نہا دھو کر بالکل مرحوم بلّی جیسی ہو جائے گی۔

میاں: تو تم نے خدا نخواستہ لے تو نہیں لیا اُسے؟

بیگم: اور کیا (دیور کی دبی ہوئی ہنسی) جو دس روپے تم نے دیے تھے اس سے بلّی تو خریدی ہے۔

میاں: دس روپے میں بلّی!

بیگم: اور ساتھ بیچنے والے کو ملازم رکھ لیا۔

میاں: ملازم ـــــ

(دیور کی ہنسی)

بیگم: بے چارہ بال بچے دار ہے۔ نوکری کی تلاش میں تھا۔ بے حد بھلا مانس ہے۔ ادھر کھڑا ہے۔

میاں: وہ بد معاش!

امیدوار: سلام میاں۔ آپ نے تو سفارش کے ایک پرزے سے بھی جواب دے دیا تھا۔ اللہ بیگم صاحبہ کو خوش رکھے۔ان کی مہربانی سے آپ ہی کے قدموں میں جگہ مل گئی۔ (میاؤں میاؤں۔ دیور کی ہنسی)

بیگم: سُنا۔ بلّی آتے ہی گھر میں ایسی بے تکلفی سے پھرنے لگی گویا عرصے سے یہیں رہی ہے۔ میں بلاتی ہوں۔پسی پسی پسی!

(ماخوذ از "سید امتیاز علی تاج کے یک بابی ڈرامے")

مشق

سوال نمبر ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(ا) بلّی کا رنگ سیاہ کیسے ہوا؟

(۲) اُمیدوار نے بیگم کی بلّی کو ٹھکانے لگانے کے لیے کتنی رقم طلب کی ؟
(۳) میاں بلّی سے کیوں بےزار تھا ؟
(۴) میاں نے بیگم کو خریداری کے لیے کیوں بھیجا ؟
(۵) بیگم نے خریداری کی رقم کا کیا کیا ؟

سوال نمبر۲ : دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(۱) میاں کو گھر کے لیے ضرورت تھی:
(الف)ڈرائیور کی (ب)باورچی کی (ج)مالی کی (د)چوکیدار کی

(۲) میاں نے بلّی کو بند کردیا تھا :
(الف)کمرے میں (ب)باورچی خانے میں
(ج)کوئلوں کی کوٹھری میں (د)غُسل خانے میں

(۳) میاں نے بلّی کو ٹھکانے لگانے کے لیے انعام مقرر کیا تھا:
(الف)اَٹھنی (ب)ایک روپیا (ج)دو روپے (د)تین روپے

(۴) میاں نے بیگم کو خریداری کے لیے دیے:
(الف)پانچ روپے (ب)دس روپے (ج)پندرہ روپے (د)بیس روپے

(۵) بلّی تو ہورہی تھی:
(الف)لال سُرخ (ب)کالی سیاہ (ج)نیلی پیلی (د)لال گلابی

سوال نمبر۳ : ذیل کے الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

خیالِ خام	دم مارنا	مبالغہ آرائی	رختِ سفر	مشیتِ ایزدی	کشیدہ

سوال نمبر۴ : آپ کو اس ڈرامے کا کون سا کردار پسند آیا، پسندیدگی کی وجہ بیان کیجیے۔

سوال نمبر۵ : اس سبق کا خلاصہ تحریر کیجیے۔

سوال نمبر۶ : مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح بہ حوالۂ متن کیجیے:

(الف) ”بہ خدا جب سے وہ سبز قدم گھر میں آئی تھی تمھاری بھابی کے لیے میں تو جیسے کوئی شے ہی نہیں رہا تھا۔“

(ب) ”میرا اطمینانِ قلب غارت تھا۔ میرے تعلقات ہم سایوں اور کئی دوسرے لوگوں سے تو کیا خود اپنی بیوی سے کشیدہ ہوگئے تھے۔“

سوال نمبر۷ : غلط فقرات کی دُرستی کیجیے:

(الف) یہ میاں ہے وہ بلّی
(ب) سینے میں میرے تو دل ہے
(ج) سمجھتے تم ہو کر رہا ہوں میں مبالغہ آرائی

سرگرمیاں

- طلبہ اپنے کالج میں ہونے والے کھیلوں کی رپورٹ تحریر کریں گے اور اپنے استاد کو دکھائیں گے۔
- اس سبق میں جو محاورے استعمال ہوئے ہیں انھیں نوٹ کرکے اپنے جملوں میں استعمال کریں گے۔

برائے اساتذہ

- طلبہ کو رپورٹ لکھنے کا طریقہ بتائیے۔
- طلبہ کی سرگرمیوں کا جائزہ لیجیے اور ضروری ہو تو اصلاح کیجیے۔